دے پھڑکنے کی اجازت صیّاد
شبِ اوّل ہے گرفتاری کی ؎

گرفتاری کی شبِ اوّل کا حال تو آپ سُن چکے۔ ہائے! وہ بے بسی مرتے دم تک نہ بھُولوں گی۔ مجھے خود حیرت ہے کہ مین کیونکر زندہ بچی۔ ہَے ہَے کیا سخت جان تھی کہ دم نہ نکلا۔ دلاور خان بندے! دنیا مین تو خیر تو اپنی سزا کو پھونچا۔ مگر کیا اس سے میرے دل کو تسکین ہوئی۔ مُوے کی بوٹیاں کاٹ کاٹ کے چیل کوّوں کو کھلاتی تو بھی مجھے آہ نہ آتی۔ یقین ہے کہ قبر مین تجھپر صبح و شام جہنم کے گُندے پڑتے ہونگے اور قیامت کے دن خدا چاہے تو اس سے بدتر درجہ ہوگا۔

ہائے میرے ماں باپ کا کیا حال ہوا ہوگا۔ کیسے تیری جان کو کلپتے ہونگے۔

بس مرزا صاحب اِتنی آج کہی باقی کل کہوں گی۔ اب میرا دل ہے کہ اُمڈا چلا آتا ہے۔ جی چاہتا ہے خوب چیخیں مار مار کے روؤں۔

. . . .

آپ میری آوارگی کی سرگذشت سُنکے کیا کیجیے گا۔ بہتر ہے کہ یہین تک رہنے دیجیے۔ مین تو یہ کہتی ہوں کاش دلاور خان مجکو مار ہی ڈالتا تو اچھا تھا۔ مُٹھی بھر خاک سے میری آبرو ڈھک جاتی۔ میرے ماں باپ کی عزت کو دھبّہ نہ لگتا۔ یہ دین و دنیا کی روسیاہی تو نہ ہوتی۔

ہاں مین نے اپنی ماں کو ایک بار پھر دیکھا تھا۔ اِسکو بھی ایک زمانہ ہوا۔ اب خدا جانے جیتی ہین یا مر گئین۔ سنا ہے کہ چھوٹے بھائی کے ایک لڑکا ہے ماشاء اللہ! چودہ پندرہ برس کا۔ دو لڑکیاں ہین۔ میرا بے اختیار جی چاہتا ہے کہ اِن سب کو دیکھوں۔ کچھ ایسا دور بھی نہین مُوے ایک روپیے مین تو آدمی فیض آباد پھونچ سکتا ہے۔ مگر کیا کروں مجبور ہوں۔

اوس زمانے مین جب ریل نہ تھی فیض آباد سے لکھنؤ چار دن کا راستہ تھا۔ مگر دلاور خان اِس خوف سے کہ کہین میرا باپ پیچھا نہ کرے نہین معلوم کن ہیٹر راستوں سے لایا کہ کوئی آٹھ دن مین لکھنؤ پھونچی۔ مجھ نگوڑی کو کیا خبر تھی کہ لکھنؤ کہاں ہے۔ مگر دلاور خان اور پیر بخش کی باتوں سے مین اِتنا سمجھ گئی تھی کہ یہ لوگ مجھے وہین لیے جاتے ہین۔

لکھنؤ کا نام مین گھر مین سنا کرتی تھی - کیونکہ میرے ماما ہین کسی محل کی ڈیوڑھی پر سپاہیون مین نوکر تھے - گھر مین اُنکا ذکر ہوتا رہتا تھا - ایک مرتبہ وہ فیض آباد گئے بھی تھے - میرے لیے بہت سی مٹھائی اور کھلونے لے گئے تھے - مین اُنھین اچھی طرح پہچانتی تھی -
لکھنؤ مین گومتی اوس پار کریم کی سسرال مین مجھے لا کر اوتارا - چھوٹا سا کچا مکان - کریم کی ساس - موئی مُردے شو نی سی معلوم ہوتی تھی - مجھے گھر مین لیگئی - ایک کوٹھڑی مین بند کر دیا - صبح ہوتے لکھنؤ پہونچی تھی - دوپہر تک بند رہی - پھر کوٹھری کا دروازہ کھلا - ایک جوان سی عورت (کریم کی جورو) تین چپاتیان اور ایک مٹی کے پیالے مین چمچہ بھر ماش کی دال - اور ایک بدھنی پانی کی میرے آگے رکھ کے چلی گئی - مجھے اوس وقت وہ بھی غنیمت ہو گئی - آٹھ دن ہو گئے تھے گھر کا پکا کھانا نصیب نہوا تھا - راستے مین چبینے اور ستوون کے سوا کچھ ملا ہی نتھا - کوئی آدھی بدھنی بھر پانی پی گئی - اسکے بعد زمین پر پاؤن پھیلا کے سو رہی - خدا جانے کتنی دیر سوئی - کیونکہ اوس اندھیری کوٹھری مین دن رات کی تمیز تو ہو ہی نہ سکتی تھی - اس درمیان مین کئی مرتبہ آنکھ کھلی - چارون طرف اندھیرا - کوئی آس نہ پاس - پھر اوڑھنی سے مُنہ ڈھانک کے پڑ رہی - پھر نیند آگئی -
تیسری چوتھی مرتبہ جو آنکھ کھلی تو پھر نیند نہ آئی - پڑی جاگتی رہی - اتنے مین کریم کی ساس ڈائن کی شکل بنی بڑبڑاتی اندر آئی - مین اوٹھ بیٹھی - لونڈیہ کتنا سوتی ہے - رات کو پچھلے چینختے گلا پڑ گیا - جھنجھوڑ جھنجھوڑ کے اوٹھایا - سانس ہی نملی - مین تو سمجھی تھی سانپ سونگھ گیا - اے لو وہ تو پھر اوٹھ بیٹھی - مین چپکے سُنا کی - جب خوب بک جھک چکی - تو پوچھنے لگی ـــــ "وہ پیالہ کہان ہے" مین نے اوٹھا دیا - وہ لیکر باہر نکلی - کوٹھری کا دروازہ پھر بند ہو گیا - تھوڑی دیر کے بعد کریم کی جورو آئی - اوسی کوٹھری مین ایک چھوٹی سی کھڑکی لگی تھی - اوسے کھول دیا - مجکو باہر نکالا - ایک ذرا سا کھنڈر پڑا تھا - یہان آکے آسمان دیکھنا نصیب ہوا - تھوڑی دیر کے بعد پھر اوسی کال کوٹھری مین بند کر دی گئی - آج ارہر کی دال اور جوار کا دلیہ کھانے کو ملا -
اس طرح دو دن گذرے تیسرے دن ایک اور لڑکی مجھسے سن مین دو ایک برس کم ہی اسی کوٹھری مین لا کے بند کی گئی - کریم خدا جانے کہان سے پھسلا کے لے آیا تھا - بیچاری کیسی جھکو پہلو روتی تھی - مجکو اسکا آنا غنیمت ہو گیا - جب وہ رو دھو چکی تو چپکے

چکنی چپکی باتین ہوا کین۔ کسی بنیئے کی لڑکی تھی۔ رام دئی نام تھا۔ سیتاپور کے پاس کوئی گانو تھا وہان کی رہنے والی تھی۔

اندھیرے مین تو اوسکی شکل دکھائی ندی جب حسب معمول دوسرے دن کھڑکی کھولی گئی تو اوسنے مجکو دیکھا۔ مین نے اوسے دیکھا۔ گوری گوری تھی بہت خوبصورت۔ ناک۔ نقشہ۔ ڈیل ذرا چھریرا تھا۔

چوتھے دن اِس کال کوٹھری سے اوسکی رہائی ہوئی۔ مین وہین رہی پھر تنہائی نصیب ہوئی۔ دو پہر دن اکیلی وہین رہی۔ تیسرے دن رات کے وقت دلاور خان اور پیر بخش نے مجھے آکے نکالا۔ اپنے ساتھ لے کے چلے۔ چاندنی رات تھی۔ پہلے ایک میدان سا ملا۔ پھر ایک بازار مین سے ہو کے گذرے۔ پھر ایک پُل پر آئے۔ دریا لہرین مار رہا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مین کانپی جاتی تھی۔ تھوڑی دور کے بعد پھر ایک بازار ملا۔ اس سے نکل کے ایک تنگ گلی مین بہت دور تک چلنا پڑا۔ پاؤن تھک گئے۔ اسکے بعد ایک اور بازار مین آئے۔ یہان بڑی بھیڑین تھین۔ راستہ مشکل سے ملتا تھا۔ اب ایک مکان کے دروازے پر پہونچے۔

مرزا رسوا صاحب آپ سمجھے یہ کون سا بازار تھا! یہ وہ بازار تھا جہان میری عزت فروشی کی دوکان تھی۔ یعنے چوک۔ اور یہ وہ مکان تھا جہان سے ذلت۔ عزت۔ بدنامی نیکنامی۔ زردروئی۔ سُرخروئی۔ جو کچھ دنیا مین مجھے ملنا تھا۔ ملا۔ یعنے خانم جان کا مکان۔ دروازہ کھلا ہوا تھا۔ تھوڑی دور پر زینہ تھا۔ زینے پر سے چڑھ کے اوپر گئی۔ مکان کے صحن مین سے ہو کے صدر دالان کے دہنی طرف ایک وسیع کمرے مین خانم جان کے پاس گئی۔

خانم صاحب کو آپ نے دیکھا ہو گا۔ اوس زمانے مین اونکا سِن قریب پچاس برس کے تھا۔ کیا شاندار بڑھیا تھی۔ رنگ تو سانولا تھا۔ مگر ایسی بھاری بھرکم۔ جامہ زیب عورت دیکھی نہ سنی۔ بالون کے آگے کی لٹین بالکل سفید تھین۔ مگر اونکے چہرے پر بھلی معلوم ہوتی تھین۔ ململ کا دوپٹہ سفید کیسا باریک چُنا ہوا۔ کہ شاید و باید۔ اودے مشروع کا پاجامہ۔ بڑے بڑے پائنچے۔ ہاتھون مین موٹے موٹے سونے کے کڑے۔ کلائیون مین پھنسے ہوے۔ کانون مین سادی دو دو انتیان۔ لاکھہ بناؤ دیتی تھین

بسم اللہ کی رنگت آنکھ ناک۔ نقشہ ہو بہو اونھین کا سا تھا۔ مگر وہ نمک کہان۔ اسدن کی صورت خانم کی مجھے آج تک یاد ہے۔ پلنگڑی سے لگی ہوی قالین پر بیٹھی ہین۔ کنول روشن ہے۔ بڑا سا نقشی پاندان آگے کھلا ہوا رکھا ہے۔ پیچوان پی رہی ہین۔ سامنے ایک سانولی سی لڑکی (بسم اللہ جان) ناچ رہی ہے۔ ہمارے جانے کے بعد ناچ موقوف ہوا۔ سب لوگ کمرے سے چلے گئے۔ معاملہ تو پہلے ہی طے ہو چکا تھا۔

خانم جان۔ یہی چھوکری ہے۔؟

دلاور خان۔ "جی ہان"

مجھے پاس بلایا۔ چمکار کے بٹھایا۔ ماتھا اوٹھا کے صورت دیکھی۔

خانم جان۔ اچھا پھر جو ہمنے کہدیا ہے وہ موجود ہے۔ اور وہ دوسری چھوکری کیا ہوی۔؟

پیر بخش۔ اوسکا تو معاملہ ہو گیا۔

خانم۔ کتنے پر۔

پیر بخش۔ دو سو پر۔

خانم جان۔ اچھا خیر۔ کہان ہوا۔

پیر بخش۔ "ایک بگم صاحبہ نے اپنے صاحبزادے کے واسطے مول لیا ہے"

خانم جان۔ صورت شکل کی اچھی ہے۔ اسقدر ہم بھی دے نکلتے۔ مگر تمنے جلدی کی۔

پیر بخش۔ مین کیا کرون۔ مین نے تو بہت سمجھایا۔ میرے سالے نے نہ مانا۔

دلاور خان۔ صورت تو اسکی بھی اچھی ہے آگے آپ کی پسند۔

خانم صاحب۔ خیر آدمی کا بچہ ہے۔

دلاور خان۔ اچھا جو کچھ ہے آپ کے سامنے حاضر ہے۔

خانم صاحب۔ "اچھا تمھاری ہی ضد سہی" یہ کہہ کے حسینی کو آواز دی۔

حسینی ایک سانولی سی گدبدی ادھیڑ عورت سامنے آ کھڑی ہوئی۔

خانم جان۔ حسینی۔

حسینی۔ خانم صاحب۔

خانم جان۔ صندوقچہ لاؤ۔

حسینی گئی صندوقچہ لے آئی - خانم صاحب نے صندوقچہ کھولا - بہت سے روپے گن کے دلاور خان کے سامنے ڈھیر کر دیے - (بعد ازان معلوم ہوا کہ سوا سو روپے تھے) -
انہین سے کچھ روپے پیر بخش نے گن کے اپنے رومال مین باندھے (سنا ہے کہ پچاس روپے) باقی دلاور خان مُردے نے اپنے ڈب مین رکھے - دونون سلام کر کر کے رخصت ہوئے -
اب کمرے مین خانم صاحب ہین - بوا حسینی ہین اور مین ہون -
خانم صاحب - (حسینی سے) - حسینی یہ چھوکری اِتنے دامون کچھ مہنگی تو نہین معلوم ہوتی -
حسینی - مہنگی - مین کہتی ہون سستی -
خانم صاحب - سستی بھی نہین ہے - خیر ہوگا - صورت تو بھولی بھولی ہے - خدا جانے کسکی لڑکی ہے - ہائے مان باپ کا کیا حال ہوا ہوگا - خدا جانے کہان سے مُوئے پکڑ لائے ہین - ذرا بھی خوفِ خدا نہین - بوا حسینی - ہم لوگ بالکل بے قصور ہین - عذاب ثواب انھین مُوؤن کی گردن پر ہوتا ہے - ہمے کیا - آخر یہان نہ بکتی کہین اور بکتی -
حسینی - خانم صاحب یہان پھر اچھی رہیگی - آپ نے سنا نہین - بیویون مین لونڈیون کی کیا گتین ہوتی ہین -
خانم صاحب - سنا کیون نہین - اَے ابھی اوسدن کا ذکر ہے - سنا تھا سلطان جہان بیگم نے اپنی لونڈی کو کہین میان سے بات کرتے دیکھ لیا تھا سیخون سے داغ داغ کے مار ڈالا -
حسینی - دنیا مین جو چاہین کر لین - قیامت کے دن ایسی بیویون کا مُنہ کالا ہوگا -
خانم صاحب - مُنہ کالا ہوگا - جہنم کے کُندے بنینگے -
حسینی - خوب ہوگا - موئیون کی یہی سزا ہے - اسکے بعد بوا حسینی نے بڑی منت سے کہا "بیوی - یہ چھوکری تو مجھے دیدیجیے - مین پالون - مال آپ کا ہے - خدمت مین کرونگی "
خانم صاحب - تمھین پالو -
ابتک بوا حسینی کھڑی ہوئی تھین - اِس گفتگو کے بعد میرے پاس بیٹھ گئین مجھسے باتین کرنے لگین -
حسینی - بچی تو کہان سے آئی ہے -

مین ۔(رو کے) بنگلے سے۔

حسینی (خانم سے) بنگلہ کہان ہے؟۔

خانم ۔ اے بچی کیا ننھی ہو۔؟ فیض آباد کو بنگلہ بھی کہتے ہین۔

حسینی ۔(مجھ سے) تمھارے ابا کا کیا نام ہے؟۔

مین ۔ جمعدار۔

خانم ۔ تم بھی غضب کرتی ہو۔ بھلا وہ نام کیا جانے۔ ابھی بچہ ہے۔

حسینی ۔ اچھا تمھارا نام کیا ہے۔

مین ۔ امیرن۔

خانم صاحب ۔بھئی یہ نام تو ہمین پسند نہین۔ ہم تو امراؤ کہکے پکارینگے۔

حسینی ۔ سنا بچی امراؤ کے نام پر تم بولنا۔ جب بیوی کہین گی امراؤ۔ تم کہنا "جی"۔ اوسدن سے امراؤ میرا نام ہوگیا تھوڑے دنون کے بعد جب مین رنڈیون کے شمار مین آئی۔ لوگ امراؤ جان کہنے لگے۔ خانم صاحبہ مرتے دم تک امراؤ کہا کین۔ بوا حسینی امراؤ صاحب کہتی تھین۔

اسکے بعد بوا حسینی مجھے اپنی کوٹھری مین لیگئین۔ اچھا اچھا کھانا کھلایا۔ مٹھائیان کھلائین منہ ہاتھ دھلایا۔ اپنے پاس سلا رکھا۔

آج رات کو مین نے مان باپ کو خواب مین دیکھا۔ جیسے ابا نوکری پر سے آئے ہین۔ مٹھائی کا دونہ ہاتھ مین ہے۔ چھوٹا بھائی سامنے کھیل رہا ہے۔ اوسکو مٹھائی کی ڈلیان نکال کے دین ۔ مجھے پوچھ رہے ہین۔ جیسے مین دوسرے دالان مین ہون۔ امان باورچیخانے مین ہین۔ اتنے مین ابا کو جو دیکھا دوڑ کے لپٹ گئی۔ رو رو کے اپنا حال کہہ رہی ہون۔ خواب مین اتنا روئی۔ اتنا روئی کہ ہچکیان بندھ گئین۔ بوا حسینی نے ہشیار کیا۔ آنکھ جو کھلی کیا دیکھتی ہون نہ وہ گھر ہے نہ دالان۔ ابا ہین نہ امان۔ بوا حسینی کی گود مین پڑی رو رہی ہون۔ بوا حسینی آنسو پوچھ رہی ہین۔ چراغ روشن تھا مین نے دیکھا کہ بوا حسینی کے آنسو بھی برابر جاری ہین۔

واقعی بوا حسینی بڑی نیکذات عورت تھی۔ اوسنے مجھپر وہ شفقت کی کہ چندہی روز مین

مین اپنے مان باپ کو بھول گئی - اور بھولتی نہ تو کرتی کیا اول تو مجبوری دوسرے نئے سامان - نئے ڈھنگ - نئے رنگ - اچھے سے اچھا کھانے کو - کھانے وہ جنکے ذائقے سے بھی مین آگاہ نہ تھی - کپڑے وہ جو مین نے کبھی خواب مین بھی نہ دیکھے تھے تین لڑکیان - بسم اللہ جان - خورشید جان - امیر جان - ساتھ کھیلنے کو - دن رات ناچ گانا - جلسے - تماشے - میلے - باغون کی سیر - وہ کون سا ایسا عیش کا سامان تھا جو مہیا نہ تھا -

مرزا صاحب آپ کہین گے کہ مین بڑے کٹر دل کی تھی کہ بہت ہی جلد اپنے مان باپ کو بھول کر کھیل کود مین پڑ گئی - اگر چہ میرا سن بہت کم تھا مگر خانم کے مکان مین آتے کے ساتھ ہی میرے دل کو آگاہی سی ہو گئی کہ اب مجھے عمر بھین بسر کرنا ہے - جیسے نئی دولھن اپنی سسرال جا کے سمجھ لیتی ہے کہ مین یہان ایک دو دن کے لیئے نہین - بلکہ مرنے اور بھرنے کے لیے آئی ہون - ٹھیک وہی میرا حال تھا - راستے مین اون ٹوٹے ڈکیتون کے ہاتھ سے وہ ایذا اوٹھائی تھی کہ خانم کا مکان میرے لیے بہشت تھا - مان باپ کے ملنے کو مین بالکل ناممکن سمجھ چکی تھی - اور جو چیز ناممکن سمجھ لیجاتی ہے اوسکی آرزو باقی نہین رہتی - اگر چہ فیض آباد لکھنؤ سے صرف چالیس کوس ہے مگر اوس زمانے مین مجھے بے انتہا دور معلوم ہوتا تھا - بچپن کی سمجھ مین اور اب مین بڑا فرق ہوتا ہے -

اِک حال مین انسان کی بسر ہو نہین سکتی
اب رنگ طبیعت کا بدل جائے تو اچھا

مرزا رسوا صاحب - خانم کا مکان تو آپ کو یاد ہوگا ! کس قدر وسیع تھا - کتنے کمرے تھے - اِن سب مین رنڈیان (خانم کی نوچیان) رہتی تھین - بسم اللہ (خانم کی لڑکی) خورشید میری ہم سنین تھین - اِنکی ابھی رنڈیون مین گنتی نہ تھی - اِن کے علاوہ دس گیارہ ایسی تھین - جو الگ الگ کمرون مین رہتی تھین - ہر ایک کا عملہ جدا تھا - ہر ایک کا دربار علحدہ ہوتا تھا - ایک سے ایک خوبصورت تھی - سب گہنے پاتے سے آراستہ ہر وقت بنی ٹھنی - تولوان جوڑے پہنے - سادے سادے کپڑے جو ہم لوگ روزمرہ پہنتے رہتی تھی - وہ اور رنڈیون کو عید بقر عید مین نہین نصیب ہوتے - خانم کا مکان کیا تھا ایک ستان تھا -